مولانا عبدالرؤف جھنڈا نگری

اغنیاء پر مساکین و غربا کی ذمے داری

اسلام نے ترکہ "وراثت" صدقہ و زکوٰۃ "وغیرہ نظام کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ درجاتِ معیشت میں گو تفاوت ہے مگر ایک ساتھ زندگی گزارنے کا حق سب کو یکساں ہے آج اگر کوئی رات کی روٹی اور جسم کے کپڑا کے لیے محتاج ہے اور کوئی ہزار ہا یا لکھو کھا کا مالک ہے تو یہ محض اس لیے ہے کہ حق معیشت کی جو ذمہ داری کتاب و سنت نے ہم پر ڈالی ہے اسے ہم نے نظر انداز کر دیا ہے۔ صدقات واجبہ عشر و زکوٰۃ کی ادائیگی آج مسلمانوں میں بند ہے۔

آٹھ مصارف سورۂ توبہ میں عشر و زکوٰۃ کے مصرف آٹھ قسم کے آدمی ہیں فقراء، و مساکین، صدقات کے محصل، اور جن کو اسلامی شعائر و عقائد کی طرف راغب کیا جائے۔ غلاموں کی آزادی، مقروض، مجاہد، مسافر۔ اگر صدقات واجبہ عشر و زکوٰۃ کے ذریعہ تمام مصارف کی خانہ پری کر دی جائے تو دوسری ضروریات کی طرح مسلمان ضعفاء و فقراء کی بھی معاشی حاجت پوری ہو جائے گی لیکن با ایں ہمہ اگر ضرورت پوری نہ ہو تو قانون اسلام کے مطابق دولت مند مسلمانوں سے مزید صدقات نافلہ کا وصول کیا جانا لازم ہو گا۔

امام ابن حزم کا نظریہ ۱۔ علامہ ابن حزم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے۔

من کان معہ فضل ظہر فلیعُد بہ علی من لا ظہر لہ ومن کان لہ فضلٌ من زادٍ فلیعُد بہ علی من لا زاد لہ (محلی ابن حزم جلد سادس صـ۱۵۷) یعنی جس شخص کے پاس سواری زائد ہو یا سامان خورد و نوش زائد ہو تو وہ نادار حاجت مند کو دے دے۔

۲۔ امام احمد بن حنبلؒ نے نقل فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے

بال بچوں کے استعمال سے جو مقدار زائد ہو فلیوجّھہ الی من ھو احوج الیہ منہ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۶۵) یعنی اسے اپنے سے زیادہ محتاج کے حوالے کر دے۔

حافظ ابن کثیر کا ارشاد | ۳۔ حافظ الحدیث علامہ ابن کثیرؒ سورہ نساء کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

کان المومنون فی ابتداء الاسلام وھو بمکۃ مامورین بالصلوٰۃ والزکاۃ وان لم یکونوا ذات نصاب کانوا مامورین بمواساۃ الفقراء (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۵۲۵)

یعنی اہل ایمان نماز و زکوٰۃ کے پابند تھے اور اگر صاحب نصاب نہ ہوتے تو بھی فقراء و غرباء کے ساتھ ہمدردی کرتے تھے۔ نفلی صدقات کے ذریعہ امداد کرنے کا ان کو حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عمرؓ کے ارادے | ۴۔ حضرت عمرؓ نے بھی فرمایا ہے۔ لو استقبلت من امری ما استدبرت لاخذت فضول اموال الاغنیاء وقسمتھا علی فقراء المھاجرین (محلی ابن حزم جلد سادس ص ۱۵۸)

یعنی اگر مجھے پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو امراء کی فاضل دولت لے کر فقراء میں تقسیم کر دیتا۔

۵۔ ایک اور موقع پر فاروق اعظم نے فرمایا ہے ما ترکت باھل بیت من المسلمین لھم سعۃ الا ادخلت معھم اعدادھم من الفقراء (تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱۹۲ و الادب المفرد ص ۸۳)

یعنی وسعت والے امیروں کا کوئی گھر نہ چھوڑوں گا اور غربا اور فقرا کا کھانا ان پر لازم کر دوں گا اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک امیر خاندان میں جتنے نفر ہوں گے اتنے ہی فقرا کا کھانا ان پر لازم ہوگا کیونکہ ایک آدمی کا پورا کھانا بوقت ضرورت دو آدمیوں کو کفایت کر سکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر قومی بیت المال کافی نہ ہو اور قلمرو میں محروم المعیشت انسان موجود ہوں تو اس صورت میں اہل دولت کے سرمایہ سے حسب ضرورت ان کے معاش کا انتظام کیا جائے گا۔ خلیفۂ وقت ہنگامی ضروریات کے سبب اغنیا کے اموال سے مال حاصل کر کے فقراء کی ضرورت اور کمی کو پورا کرے گا۔ معلوم ہوا کہ ادائیگی زکوٰۃ پر معاملہ ختم نہیں ہوگا بلکہ قوم و ملت کی ضرورت ہی اصل معیار ہے جب حکومت ان کی کفیل نہ بن سکے تو غربا کی ضروریات کو پورا

کرنا مسلمانوں ہی کا فرض ہے۔

اغنیا پر فرض ہے ۶۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے۔ ان اللہ فرض علی الاغنیاء فی اموالھم ما یکفی الفقراء فان جاعوا او عروا او جھدوا فیمنع الاغنیاء حق علی اللہ تبارک و تعالیٰ ان یحاسبھم او یعذبھم (کتاب الاموال ص ۵۹۶)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے مال میں اس قدر ڈیوٹیاں اور ٹیکس زکوٰۃ و صدقات کی شکل میں غرباء کے لیے مقرر فرمایا ہے جو فقراء کی ضروریات کے لیے کافی ہو سکتی ہیں۔ پس اگر غریب مسلمان بھوکے یا ننگے رہ گئے اور کسی طرح کے تعب و مشقت میں پڑے مثلاً مکان سے محروم ہو گئے یا صحت و تندرستی کے اخراجات اور اولاد کو تعلیم دلانے کے مصارف سے مجبور ہو گئے تو چونکہ یہ دولت مندوں کی کوتاہی اور عشر و زکوٰۃ و انفاق و سخاوت نہ کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے اس لیے ایسے امراء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت محاسبہ اور ابدی لعنت و سخت عذاب لازم ہوگا۔

اغنیاء کے لیے مقام غور ۷۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من کثرت نعم اللہ علیہ کثرت حوائج الناس الیہ فان قام بما یجب للہ فیھا عرضھا للدوام والبقاء وان لم یقم فیھا بما یجب للہ عرضھا للزوال (مستطرف جلد اول صفحہ ۱۱۴)

یعنی جس پر اللہ کی نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اس کی طرف لوگوں کی ضروریات زیادہ ہوتی ہیں پس اگر واجبات الٰہیہ ادا کرتا ہے تو ان نعمتوں کو قرار و دوام نصیب ہوتا ہے ورنہ نعمتیں دیر سویر ضرور زوال پذیر ہو جاتی ہیں۔

ارباب اقتدار کے لیے درس عبرت خلفائے اسلام بلاشبہ عہدۂ خلافت کو خدا کی جانب سے ایک عظیم عطیہ و عظیم امانت سمجھتے تھے وہ ہر وقت خدا کی اعلیٰ ترین حکومت کے سامنے جوابدہی کو پیش نظر رکھتے تھے ایک بار حضرت عمرؓ نے سفر حج سے واپسی میں فرمایا کہ آج میرا وہ مقام ہے کہ خدا کے سوا اور کسی اقتدار اعلیٰ کا مجھ پر خوف و ہراس نہیں ہے۔ اس کے

بعد سلطانی و شاہی کے انجام و فنا پذیری پر ان شعروں کو پڑھا۔

این الملوک التی کانت تعزتھا من کل ادب الیھا وافد یفد

لم تغن عن ھرمز یوما خزائنہ والخلد قد حاولت عاد فما خلدوا

ولا سلیمان اذ تجری الریاح لہ والجن والانس فیما بین تترد

حوض ھنالک مورود بلا کذب لابد من وردہ یوما کما وردوا

(استیعاب لابن عبد البر جلد ثانی صـ۲۳)

یعنی شاہان سلف و اقوام عالم عاد و ہرمز و سلیمان وغیرہ جس طرح موت کے گھاٹ اتر گئے اسی طرح سب کا خاتمہ موت کے گھاٹ پر ہوگا۔ کیا سچ ہے۔

؎ گو سلیمان زماں بھی ہوگیا پھر بھی اے سلطان آخر موت ہے

مختصر یہ کہ حضرت عمرؓ اور خلفاء کرام نے دورِ خلافت میں بیت المال کو ہمیشہ قوم کی ایک عظیم امانت تصور فرمایا اور خدا ترسی اور استحضار آخرت کے ساتھ ہمیشہ مفادِ عوام کو پیش نظر رکھا۔ یہ احساس کہ بیت المال کا خزانہ عام مسلمانوں کا ہے مدت دراز تک قائم رہا۔ علامہ شاطبی لکھتے ہیں کہ جب خلیفہ حکم نے رمضان میں عورت سے وطی کر لی تو علماء نے فتویٰ دیا کہ ساٹھ مسکین کو کھانا کھلاویں۔ محدث اسحٰق بن ابراہیم خاموش تھے۔ خلیفہ نے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے فرمایا آپ دو ماہ کے روزے رکھیں۔ علماء نے کہا امام مالک کا مذہب تو اولاً کھانا کھلانے ہی کا ہے۔ فرمایا ہاں یہ مسلک اس کے لیے ہے جس کے پاس مال ہو۔ امیر المومنین کے پاس مال کہاں؟ بیت المال میں بے شک مال موجود ہے مگر وہ عام مسلمانوں کا ہے۔ خلیفہ حکم نے محدث اسحاق بن ابراہیم کا شکریہ ادا کیا اور انہی کے قول پر عمل کیا (کتاب الاعتصام جلد ثانی صـ۲۸۶)

معلوم ہوا خلفاء میں ایک مدت تک بیت المال میں عوام کے حق کا احترام موجود تھا۔

الغرض ان تمام بصیرت افروز حقائق کو پیش نظر رکھنے والے خلفائے اسلام عوام و غرباء و مساکین و ضعفا کی ضروریات و حاجت سے بھلا کیونکر صرف نظر فرما سکتے تھے بلکہ ان کو کس طرح

بغیر چارہ گری کے چین و سکون حاصل ہو سکتا تھا۔ خلفائے کرام کی زندگی کا ایک ایک ورق ایک ایک عنوان اتنا روشن و درخشاں ہے کہ اس میں غربا و ضعفاء و فقراء کے ساتھ دل سوزی و دردمندی کے تمام حالات آئینہ کی طرح نظر آ سکتے ہیں۔

خلفائے اسلام کی ملت سے وفاداری رعایا پروری، غربا نوازی اور آج کے سلاطین وقت کی بے فکریوں اور عشرت پرستیوں کو آمنے سامنے رکھیے تو واضح ہو گا کہ ایک طرف صرف وفا ہی وفا ہے تو دوسری طرف عشرت گاہ سلاطین میں صرف جفا کاریاں ہیں۔ پھر بھی بزبان حال برکات خلافت کا انکار کیا جا رہا ہے۔

جحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلما وعلوا = صدق من قال

اک جفا تیری کہ "کچھ بھی نہیں" پر سب کچھ ہے — اک وفا میری کہ سب کچھ ہے" مگر کچھ بھی نہیں

ایک ضروری انتباہ اگرچہ حضرت عمرؓ نے وظیفہ و عطیات کو عام فرما دیا تھا لیکن وہ اس کوشش میں بھی رہتے کہ وظیفہ پر بھروسہ کر کے لوگوں میں کاہلی اور مفت خوری نہ پیدا ہونے پائے اس لیے عموماً وظائف کی تقسیم میں خدمت و کارکردگی اور اسی طرح ضعیفی و مسکینی وغیرہ امور کا لحاظ مقدم رکھتے تھے۔

وظائف ان کے مقرر تھے جن سے اسلامی مجاہدات میں کام لیا جاتا تھا یا ان سے کبھی نہ کبھی فوجی خدمت ملنے کی توقع ہو سکتی تھی یا جنھوں نے پہلے کوئی نمایاں خدمت کی تھی یا ان کے آباؤ اجداد نے کسی معرکہ میں نمایاں حصہ لیا تھا چنانچہ اس قسم کی مثالیں آپ عمال کی قدردانی کے باب میں دیکھیں گے

اسی طرح ان معذوروں اور ضعفاء کے بھی وظائف مقرر تھے جو کسب معاش سے معذور تھے۔ بہرحال جنگی مہمات میں حصہ لینے والوں اور فنی ماہروں اور سابقہ استحقاق رکھنے والوں کا جس طرح وظیفہ مقرر تھا اسی طرح بیماروں، ضعیفوں، مسکینوں کا بھی وظیفہ مقرر تھا تاکہ فی الجملہ وجہ معاش کا نظم قائم رہے لیکن ان تمام قسم کے لوگوں سے تاکید فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے وظائف و عطیات پر بھروسہ نہ کرو، کھیتی باڑی وغیرہ کا انتظام بھی گھر پر رکھو۔ ادب المفرد الاستیعاب۔